ڈاکٹر بشارت علی

عمرانی علوم کی کسوٹی ــــ الفرقان

(سلسلہ کے لئے دیکھئے ثقافت اگست ۱۹۶۲ء)

معاشرتی و ثقافتی زندگی کا مدار نیت و اعمال پر ہے۔ قرآنی عمرانیات کا موضوع یہ ہے کہ افراد انسانی کو معاشرے کی مختلف صورتوں اور کاموں کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ معاشرے کی ہیئت یعنی افراد جماعتوں اور اداروں کے اعمال و وظائف پر ہر وقت غور کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ یہ کس حد تک حرکی اور بامعنی و باقدر ہیں۔ لوگوں کا مل جل کر کام کرنا بجائے خود کافی نہیں اور نہ ہی اس میل جول کو ثقافت و معاشرت پر محمول کیا جا سکتا ہے تا وقتیکہ یہ سارا عمل خیر و معنی پر مبنی نہ ہو۔ قرآن کو اس سے سروکار نہیں کہ لوگ کیوں مل جل کر کام کرتے ہیں اور کس طرح کام کا آغاز کیا۔ اصل سوال کام و عمل کا ہے۔ قرآن اس پر توجہ بار بار مبذول کراتا ہے کہ کام و عمل کیا ہیں۔ عمل و کام کی اساس معنی پر مبنی ہے اس لئے ایسی معاشرت کو جو بامعنی ہو اور جس کا ہر پہلو خواہ وہ فکری ہو یا عملی نظام معنی سے خالی نہ رہے تو اس معاشرت و ثقافت کو قرآن "امۃ" کے نام سے یاد کرتا ہے یہ اصلاح بجائے خود نظام معنی کی حامل ہے اور دور جدید کی عمرانیات اور علوم عمرانی ایسی اصلاح سے محروم ہے۔ معاشرے و ثقافت کی بقا کا راز یہ ہے کہ افراد اور ادارے نہ صرف نظام معنی کے حامل ہوں بلکہ اس کی معاشرتی کارکردگی اور زندگی کا یہی وظیفہ متعین رہے کہ وہ ہر وقت لوگوں کو نظام معنی پر پابند اور عمل کرنے کی ہر آن اور پیہم دعوت دیتے رہیں۔ اور ان اعمال و افکار کو روکیں جو معاشرتی و ثقافتی زندگی کی بربادی کا موجب ہوں۔ اسی نظام معنی کو "خیر" اور یا مرون بالمعروف اور نظام معنی سے انحراف کو منکر کی اصلاحوں میں ادا کیا گیا ہے۔ معاشرت و ثقافت کا اطلاق اسی جماعت پر ہوگا جو نظام معنی

کی پابند ہو، وہ جو منظم اور پابند جماعت ہونے کے باوجود نظام معنی کی حامل نہ ہوں ان پہ معاشرت و ثقافت کا اطلاق نہ ہوگا۔ دور جدید کی عمرانیات کے مقابل قرآنی عمرانیات کی یہ توضیحات قابل غور ہیں نظام معنی کی تاسیس و ترکیب، قوام و عمل کا نام معاشرت بھی ہے اور ثقافت بھی۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ؕ واولئک ھم المفلحون (آل عمران ۱۰۴)

جب معاشرتی و ثقافتی اعمال کا ذکر ہوگا تو لا محالہ معاشرے کی ترکیب و ساخت پر بھی بحث ناگزیر ہوگی۔ ترکیب و ساخت پر غور کرنے سے یہ بات صاف ظاہر ہو جائے گی کہ معاشرے و ثقافت کا کوئی متن، کوئی معنی اور کوئی خاص صورت ہے۔ چنانچہ انہیں امور کو آل عمران کی اگلی آیتوں میں معرض بحث میں لایا گیا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ؕ ولو اٰمن اھل الکتاب لکان خیرا لھم ؕ منھم المؤمنون واکثرھم الفسقون (آل عمران: ۱۱۰)

آیۂ بالا سے یہ بات ظاہر ہے کہ معاشرہ اور ثقافت بہت سے اجزا مرکب ہیں یہ اجزا ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ ارتباط دوگانہ ہے۔ ایک تو اجزا کا ظاہری ربط۔ دوسرے یہ اجزا فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر اپنے معنی کے اعتبار سے مربوط ہیں۔ معاشرے و ثقافت کے سارے اشغال فرد کے افعال و اعمال سے مشابہ ہیں۔

قرآنی عمرانیات کی خوبی وحدت زبان، وحدت الفاظ اور وحدت مصطلحات میں دیکھی جانی چاہیئے، جس طرح دور جدید کی عمرانیات میں وحدت افکار و معنی کا فقدان ہے اس کی اصطلاحوں کی بو قلمونی اسکو وہ پراگندگی اور بے ربطی ادا کرتی ہے، جس کی نظیر نہیں اسلوب بیان۔ الفاظ اور اصطلاحیں مختلف۔ اس کے معنی مختلف، اس کی تعریفیں مختلف اختلافات کی عظیم دنیا میں اور بھی ژولیدگی اور پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے کہ عمرانی افکار و تصورات

کے سمجھانے کے لئے علوم عمرانی، انسانیات اور سائنس کی اصطلاحوں اور الفاظ سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ معاشرے کی ساخت جسم حیوانی یا نباتی سے مشابہ ہے۔ نتیجتاً عمرانیات کے مباحث میں حیاتیات کی زبان، الفاظ و اصطلاحیں بھر دی گئی ہیں بلاشبہ قرآنی عمرانیات معاشرہ و ثقافت کو جسم نامی مانتی ہے لیکن درخت کی طرح شعور و حرکت سے خالی نہیں یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جس کو بصراحت پیش کیا گیا ہے۔

وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتب
ومھیمنا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآءھم
عما جاءک من الحق لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ولو شآء اللہ
لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فی ما اتکم فاستبقوا الخیرات
الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون (مائدہ ۴۸)

آیت متذکرہ سے یہ بات من وعن ظاہر ہو جاتی ہے کہ انسان کی طرح معاشرے و ثقافت میں ایک نفسی عنصر موجود ہے۔ یہی عنصر اس کی طبیعت اصلی کی امتیازی خصوصیت ہے۔ اسی نفسی عنصر کی بنا پر ثقافت و معاشرت کا جو ایک خاص مزاج بن جاتا ہے اس کو سارو کن ثقافتی ذہنیت کے نام سے یاد کرتا ہے۔ قرآنی عمرانیات نفسی عنصر کی موجودگی کے ساتھ جیسا کہ آیت بالا میں واضح کیا گیا ہے، ایک روحانی عنصر کی موجودگی کی بھی خبر دیتی ہے (۶ : ۳۸)

قرآنی عمرانیات جن معاشرتی و ثقافتی عوامل و واجبات سے بحث کرتی ہے۔ ان میں ایک عامل حرکت ہے یہی حرکت علت بھی کہی جاتی ہے۔ حرکت بغیر قوت کے ممکن نہیں اس لئے قرآنی عمرانیات کا ایک مستقل موضوع قوت اور اس کے قوانین و اصول ہیں۔ قوت کا مسئلہ ہمہ گانہ ہے ایک طرف عمومی عمرانیات سے ان کا تعلق ہے تو دوسری طرف حرکی عمرانیات، عمرانیات علت و معلول اور عمرانیات علم کا یہ خصوصی مسئلہ ہے۔ معاشرتی زندگی کی ہر تہ و ظاہر میں بعض قوتیں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ انہیں سے افراد میں یگانگت، جماعتیں اور ادارے وجود میں آتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قوت کا دوسرا نام زندگی ہے ۔ (ملاحظہ ہو ۲۲: ۵ - ۳۰: ۵۴ - ۵۹: ۱۳)

یہ قوتیں جو معاشرتی و ثقافتی زندگی کے علاوہ کائنات کے ہر ذرہ میں کام کرتی نظر آتی ہیں بے قاعدہ و غیر مسلسل نہیں ان کا عمل ایک خاص ترتیب کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ترتیب و باقاعدگی کے علاوہ ان میں کا ہر قانونی نظم و ضبط اور قاعدے کا پابند ہے۔ چنانچہ اسی کو قرآن کُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ۔ کے الفاظ میں واضح کرتا ہے (ملاحظہ ہو ۲۳: ۸۲ - ۱۹: ۹۳ - ۲۰: ۱۱۱ - ۴۱: ۱۱ ، ۳۰: ۲۶)

قرآن اگر تدبر و تفکر، عقل و ادراک کی بار بار دعوت دیتا ہے تو اس کا مدعا یہ ہے کہ وہ ثابت و بائن کرنا چاہتا ہے کہ معاشرے و ثقافت کو وجود میں لانے اور پڑھانے میں جو بشرتی قوتیں کام کر رہی ہیں ان کو سمجھا جائے۔ بعض قوتیں ایسی بھی ہیں جو ان کی حد بندی اور ان میں نظم و ضبط پیدا کرتی ہیں۔ دور جدید کی عمرانیات کے مقابل قرآنی عمرانیات کی ہمہ گیری و عظمت کا راز یہ ہے کہ ان میں قوانین کو مرتب اور منضبط انداز میں پیش کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو ۶: ۱۵۹ - ۱۶: ۶۴ - ۱۳: ۱۱) ان قوتوں میں سب سے زیادہ اہم دور جدید کی عمرانیات کی رو سے نفسی قوتیں ہیں۔ لیکن قرآنی عمرانیات نفسی قوتوں کے علاوہ روحانی قوتوں کو بھی اہم قرار دیتی ہے۔ روحانی اور نفسی قوتیں دو جداگانہ قوتیں نہیں۔ ایک ہی مظہر کے دو مشترک شیڈن ہیں۔ دوسری قوتوں کے مقابل بھی قوت سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ معاشرتی، ثقافتی اور روحانی زندگی کے حقیقی رشتے جن سے زندگی کا سارا نظام، اس کے مختلف اجزاء و توابع مربوط ہیں۔ اصل میں وہی روحانی رشتے ہیں، انہیں کا دوسرا نام دور جدید کی زبان میں نفسی قوتیں ہیں۔

ذالک بان اللّٰہ ھو الحق و ان مایدعون من دونہ ھو الباطل

و ان اللّٰہ ھو العلیّ الکبیر۔ (۳۱: ۳۰)

و ھو الذی فی السماء الٰہٌ و فی الارض الٰہٌ (۴۳: ۸۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ محض خارجی مؤثرات کے دباؤ کی بنا پہ لوگ مل جل کر رہنے پر مجبور رہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ خود افراد کی بعض خصوصیتیں اس اجتماع کا باعث ہوتی ہیں

لیکن قرآنی عمرانیات کا یہ دعویٰ بجائے خود ایک دائمی حقیقت ہے کہ معاشرے رسالت اور وحی الٰہی کی نفسی اور روحانی قوتوں کے بغیر وجود میں نہیں آسکتے۔ ایسے معاشرے جو رسالت و وحی کی بنا پر وجود میں نہ آئے ہوں وہ نظام معانی سے عاری ہونیکی وجہ سے ترقی کبھی نہیں جا سکتے۔ قرآن کے نزدیک اسلامی معاشرہ چونکہ انضمامی اور مکمل معاشرہ ہے اور جس میں مرئی و غیر مرئی، تجربی و ماورائے تجربی حقیقتیں ایک وحدت کل میں مربوط و ممزوج ہیں اس لئے دین یعنی معاشرت و ثقافت خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ اسی کو اپنا معاشرتی و ثقافتی نظام بناؤ اور اسی میں مرو۔

ان الدّین عند اللّٰہ الاسلام ۔ (۳ : ۱۹)

فلا تموتنّ الاّ و انتم مسلمون ۔ (۲ : ۱۳۲)

قرآن کی وہ آیت جس میں کہا گیا ہے کہ یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافّۃ (۲ : ۲۰۸) اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ معاشرے و ثقافت کی تخلیق کا خاص سبب اصل میں وہ نفسی خصوصیتیں ہیں جو اس میں مثل ایک فرد کے پائی جاتی ہیں۔ ادخلوا اور کافّۃ کی دو جامع اور ہمہ گیر اصطلاحیں بجائے خود اس کی توضیح و توجیہہ کرتی ہیں کہ معاشرہ اور ثقافت لوگوں کے متحدہ احساس، نظام معنی (توحید) اور نظام ترسیل (رسالت) کی پابندی، متحدہ خیال، ارادے اور عمل سے بنتے ہیں۔

قرآنی عمرانیات استقرائی بھی ہے اور استخراجی بھی۔ اپنے عمل و وظیفہ میں بیانیہ کی بھی ہے اور استنتاجی بھی انہیں عوامل کی وحدت آسائی کی بنا پر اس کو ہم حرکی بھی کہہ سکتے ہیں اور سکونی بھی۔ قرآن کو بار بار پڑھیئے اور غور و تعمّق سے پڑھیئے۔ آپ خود اس کی توثیق کر سکیں گے۔ کہ اپنی حرکی حیثیت میں قرانی عمرانیات ترقی یا نشو و نما سے بحث کرتی ہے: الٓـرٰ قف کتٰبٌ انزلنٰہ الیک لتخرج النّاس من الظلمات الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید (۱۴ : ۱) سکونی حیثیت میں اس میں

باہمی علاقوں سے بحث کی گئی ہے معاشرے پر بلحاظ ساخت و عمل اور اس کے اجزاء و توابع پر اس کے باہمی ارتباط اور علاقوں سے بحث قرآنی عمرانیات کی سکونی بنیادیں ہیں۔

تلك ايٰت الكتٰب الحكيم (۳۱ : ۲)

الٓـرٰ تلك ايٰت الكتٰب المبين (۱۲ : ۱)

اگر اس حیثیت سے غور کیا جائے کہ معاشرہ آگے بڑھ رہا ہے اور اس کے اجزا اور علائق اپنی معنوی کیفیات کے ساتھ آپس میں مربوط ہیں تو یہ صورتِ حال حرکی عمرانیات کی وضاحت کرے گی۔ قرآنی عمرانیات کا موقف اور بھی واضح ہو جاتا ہے جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ انسان کے علاوہ کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا کیوں تفصیلی ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ اس بات کو واضح کیا جائے کہ انسان کائنات کا ایک جزو ہے۔ کائنات اور اس کی تقدیر اس امر میں پوشیدہ ہے کہ وہ بیک وقت انفس و آفاق کی تسخیر کرے۔ کائنات جن قوانین کے پابند ہیں وہ وہی ہیں جن کی پابندی انسان کے لئے بھی لازمی ہے۔

وهو الذى فى السمآء اله و فى الارض اله (۴۳ : ۸۴)

انسان اور کائنات کے باہمی تعلق اور قدر معنویت سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ اگر انہیں آیات کو جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم و عظیم کتاب تیار ہو جائیگی۔ اس لئے مزید آیات کی سند سے فی الوقت صرف نظر کرتے ہوئے اس بات کی ہم وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ انسان علاوہ حیاتی قوت کے طبعی اور میکانکی قوتوں سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ اب یہ اس کا کام ہے کہ اثر گیری کے اس عمل میں مشرکین اور بت پرستوں کی طرح اس کے زیر اثر ان کا غلام بن جائے اور انہیں اپنا معبود مان لے یا انہیں اسقدر رام کرے کہ یہ قوتیں اس کے تابع بن جائیں۔ فطرت کے پرستاروں نے انسان کی فطرت اور قوانین فطرت کا پابند بنا دیا مشرکین و کفار کی مخالفت کی وجہ بھی اسی لئے ہے۔ قرآنی عمرانیات کا اہم کارنامہ یہی ہے کہ وہ انسان اور کائنات کے تعلق باہمی میں انسان کو فاعل مختار کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔

واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (۲ : ۳۰) حضرت ابراہیمؑ کے جن حالات کی قرآن میں توضیح و تشریح کی گئی ہے، ان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اس زمانے کے سائنس دان آج کے زمانہ کے سائنس دانوں کی طرح کفر و زندقہ اس انتہا پر پہنچ چکے تھے کہ جس کے نتیجہ کے طور پر انہوں نے نہ صرف خدا کو بھلا دیا تھا بلکہ انسان کو اوج و شرف سے گرا کر اُسے کائنات کا ایک ذرہ بنا دیا تھا یہ نظریہ دورِ جدید میں کئی مرتبہ ابھرا اور موت کے گھاٹ اترا۔ یہ نظریہ اختیار کی انتہائی صورت کے خلاف ردعمل اور ارتقائے فطرت کے مشاہدہ کا نتیجہ ہے۔ قرآن کا نظریہ یہ ہے کہ گو انسان عالم خارجی کے حوادث کا پابند ہے مگر اس کا ارادہ بڑی قوت کے ساتھ اپنی کارفرمائی سے عالم خارجی اور ان کے حوادثات کے دھارے کو بدل ڈالتا ہے۔ دورِ جدید کی سائنس کے مقابل قرآن کے ادعا کی توثیق تنازع للبقاء سے ہو جاتی ہے تنازع للبقاء کے مختلف متضمنات و عوامل میں جسمانی بنیاد کی بجائے قرآنی عمرانیات نفسی عوامل و مؤثرات کو اس کا سبب اولی قرار دیتی ہے۔ نفسی عوامل و تحلیل کرتے ہوئے معاشرتی و ثقافتی زندگی کو وجود میں لانے والے اور تقویت پہنچانے والے عوامل کا قرآن احاطہ کرتا ہے۔ یہ وہ عوامل ہیں جنہیں دورِ جدید کی عمرانیات میں درخورِ اعتناء نہ سمجھتے ہوئے کلیتہً صرفِ نظر کر دیا گیا ہے۔ صبر (۳ : ۲۰۰) شکر (۲ : ۱۵۲)، توکل (۴ : ۸۱) اخلاص (۲ : ۱۳۹) صدق (۹ : ۱۱۹) ایفائے عہد (۲ : ۴۰) انصاف (۴ : ۱۳۵) تواضع (۱۵ : ۸۸) شیریں زبانی ۲ : ۸۳) عفو (۳ : ۱۰۹) اتفاق باہمی (۳ : ۱۰۲) احسان (۲ : ۱۷۸) نیکی (۵ : ۲) خیر (۲ : ۱۱۳) ایثار (۹ : ۲۴) دوستی (۳ : ۱۰۲) اخلاقی جرأت (۲ : ۱۵۰) حوصلہ افزائی (۳ : ۱۳۸) اولوالعزمی (۳ : ۱۵۸) امید (۱۲ : ۸۶) ثابت قدمی (۲ : ۲۸۰) قوت (۷ : ۶۹) شرافت (۲۲ : ۱۸) کوشش (۵۳ : ۳۹) رقت (۷ : ۱۴۳ - اور ۲۱ : ۶) مشورہ (۳ : ۱۵۸) صفائی باطنی (۲ : ۲۳۲) دین میں عقل کا استعمال (۲ : ۱۶۴) وغیرہم

وہ موثرات اور وجودی عوامل ہیں کہ جن کے بغیر قرآن کے نقطۂ نظر سے متوازن، بامعنی اور ہم آہنگ معاشرتی و ثقافتی نظام وجود میں نہیں آسکتے۔ یہ سارے عوامل بیک وقت عمومی قرآنی عمرانیات میں بھی شامل ہیں اور یہی قرآنی عمرانیاتِ اخلاق کے بھی مسائل ہیں انہیں کے ساتھ قرآنی عمرانیات ان امور کو بھی معرض بحث میں لاتی ہے جو معاشرتی و ثقافتی نظاموں میں فتنہ و فساد پیدا کر کے اس کی بربادی کا موجب بنتے ہیں۔ دورِ جدید کی عمرانیاتِ مرضیات میں قرآن کے عوامل کی کہیں گنجائش نہیں۔ چونکہ یہ سارے مباحث جداگانہ بحث و تشریح کے محتاج ہیں، اس لئے فی الوقت التفاتِ توجہ کی خاطر انسے اشارہ کر کے ہم آگے بڑھ جاتے ہیں۔

قرآن کی وہ آیتیں جو "مومن" کے کردار و عمل سے متعلق ہیں ان سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ قرآنی عمرانیات بقائے اصلح کی بجائے بقائے افضل کی قائل ہے جو لوگ اپنے بنی نوع سے سب سے زیادہ انس رکھتے ہیں وہی افضل قرار پائے۔ قرآنی عمرانیات افضل ان لوگوں کو مجرداً قرار نہیں دیتی جو جسمانی اور ذہنی قوت میں سب سے بڑھ کر ہوں بلکہ وہ لوگ بھی افضل ہیں جو اتحادِ عمل اور معاشرتی زندگی سے سازگاری کا مادہ سب سے زیادہ رکھتے ہوں۔

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون (۲: ۴۴ مزید ملاحظہ ہو: ۴۸۰ ۱۱۱ - ۶۱ : ۲) اس اتحادی حفاظت کے عمل سے قرآن کا دعویٰ ہے کہ قوی اور نیک اشخاص باقی رہ سکتے ہیں (۲۴ : ۵۴) جوں جوں افراد کے جذبات، خیالات اور عمل میں اتحاد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ نظامِ معنی کے پابند ہوتے چلے جاتے ہیں، ان میں وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے جسے شعورِ اجتماعی کہا جاتا ہے اس سے معاشرہ کو اپنی مجموعی قوت کا احساس ہوتا ہے جس چیز کو دورِ جدید کی عمرانیات شعورِ اجتماعی کے نام سے یاد کرتی ہے اسی کو قرآن کی زبان میں ملت، صبغۃ اللہ، حبل اللہ، عروۃ الوثقیٰ اور بنیان مرصوص کے مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے قرآن کی یہ ساری

اصلاحیں جامعیت، وسعت، قدر معنویت اور ہمہ العادیت [ALL DIMENSIONAL) کے اعتبار سے دور جدید کی حسّی اصطلاح کے مقابل بہت زیادہ فائق اور بہت زیادہ دائمی حقیقتوں کے حامل ہیں۔ شعور اجتماعی کی اصطلاح اس وجہ سے بھی مستقل اور ایجابی نہیں کہ قرآنی اصطلاحوں کے مقابل اس سے تعین مقاصد اور تعین معنی قدر نہیں ہوتا۔ آدم کے قصے کو پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ معاشرے کی تخلیق اس طرح ہوئی ہے کہ ہر فرد اپنا اور دوسرے افراد کا خیال رکھتے ہوئے اپنی ذاتی خواہشوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ شعور اجتماعی کی بدولت اجتماعی نصب العین، اجتماعی مقاصد اور اجتماعی نقائص کا احساس پیدا ہوتا ہے اور ان نقائص کو رفع کر کے فلاح عامہ کی کوشش کی جاتی ہے۔ اجتماعی نصب العین، اجتماعی مقاصد کیا ہیں۔ اس کا جواب قرآنی عمرانیات کی زبان میں وہ "دین" ہے جس کو مختلف ادوار میں انبیاء علیہم السلام لاتے رہے اور اس کی اساس پر ایک معنوی نظام معاشرت ثقافت کی صورت گری کرتے رہے۔ اس "دین" کا اصطلاحی اور معروف نام "اسلام" ہے

شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک

وما وصّینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدّین ولا

تتفرّقوا فیہ ط کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ ط اللہ یجتبی

الیہ من یشآءُ ویھدی الیہ من ینیب (۴۲ : ۱۳)

یہ نظام نہ تو حسی تھا اور نہ ہی اطلاقی و مطلق بلکہ ان دونوں عوامل کی وحدت و ترکیب اور نظام معنی و قدر کے قوام و اشتراک کلی سے عینی نظام تھا، اس لئے مشرکین اور کفار جو یا تو حسّی نظام کے یا اطلاقی نظام کے پابند تھے، ہمیشہ اختلاف کرتے رہے اور اس کو مٹانے کے درپے رہے۔ اس صورتِ حال کے باوجود اسلام کا عینی نظام ابھرا اور ان پر غالب ہوتا رہا۔ آج بھی سائنس اور ٹکنالوجی کے روپ میں اسلام کے مقابل یورپ و امریکہ کے حسّی و اطلاقی نظام غالب نظر آ رہے ہیں، لیکن انکی

یک طرفگی اور جدلی کیفیت انہیں لے ڈوبے گی اور پھر ایک مرتبہ جیسا کہ انبیائے سابقہ کے زمانہ میں ہوتا رہا، اسلام کا علمی نظام غالب ہوگا۔ یہ قانون فطرت ہے جس کی طرف قرآن بار بار متوجہ کرتا ہے۔

سنّۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنّتنا تحویلا۔

(۱۷:۷۷ مزید ملاحظہ ہو ۳۰:۳۰-۳۳، ۴۲:۳۵، ۴۳:۴۵، ۲۳:۳۰)

اس علمی نظام میں نقص اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب کہ لوگ اس نظام میں تحریف و تبدیلی کریں یا اس پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ خواہ کچھ بھی صورت ہو، نقص و انحراف کرنے والی قوموں کا ایک ہی حشر ہوتا ہے۔

فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین (۷ : ۸۴) مزید ملاحظہ ہو ۱۷: ۱۶ تا ۱۹

وہ نقائص اور امراض کیا ہیں، ایکی ابوابی تفصیل قرآن میں موجود ہے یہ قرآنی عمرانیات کا جزو لاینفک ہے اس کو قرآنی عمرانیات مرضیات یا سوشل پرابلمس (SOCIAL PROBLEMS) اور سوشل پیتھالوجی (SOCIAL PATHOLOGY) کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ مقالہ ہذا میں قرآنی معاشرتی مرضیات کی سوا اشارہ کے کوئی اور گنجائش نہیں۔ یہ ایک مستقل قرآنی عمرانیات کا شعبہ ہے اس لئے اس پر جداگانہ طور پر لکھا جائے گا۔ چونکہ اپنی وسعت کے اعتبار سے یہ موضوع ایک ضخیم کتاب کا محتاج ہے۔ تاہم مضمون کی صورت میں بھی صحیح وضاحت کے لئے کئی قسطیں درکار ہوں گی۔ اس لئے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے مضمون ہذا کے دوسرے متضمنات پر ہم روشنی ڈالیں گے۔

جو کچھ کہا گیا وہ عمرانیاتِ قرآنی کے پیچیدہ موضوع اور اس کے پانچسو سے زائد اصناف کا جزوی اور مختصر خاکہ ہے قرآنی عمرانیات کی حیثیت نظام علم کی ہے۔ یہ نظام اپنے پانچسو اصناف کے شمول سے ایک مستقل، ایجابی، عملی، اور معنوی علم بنتا ہے۔ ہر دور کے افراد معاشرہ کو اپنے معاشرتی و ثقافتی نظاموں کے ڈھالنے کے لئے جداگانہ طور پر قرآنی عمرانیات

اور اس کے نظام معنی کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ بقول سورۃ العصر اگر ہر دور کی آنے والی نسل قرآنی عمرانیات کے مطالعہ و تحقیق سے قاصر رہے تو وہ خسران و بدبختی میں مبتلا رہے گی۔

والعصر ① ان الانسان لفی خسر ② الا الذین امنو وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ③

قرآنی عمرانیات کے اس وسیع اور ہمہ ابعادی علم پر احاطہ کرنے کے لئے ایک مستقل جماعت محققین کی ضرورت ہے۔ یہ جماعت اس کی ہر صنف پر عمر بھر کام کر سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ راقم الحروف کی پیہم نعرہ زنی کے باوجود علماء کے طبقے یا جدید تعلیم یافتہ میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا۔ اس کی پانچسو سے زیادہ صنفوں پر کام کرنا ایک آدمی کے بس کا روگ نہیں چہ جائیکہ اس کی عمومی عمرانیات پر بھی ایک آدمی مدت العمر کام کرنے کے باوجود اس کا یقین نہیں کر سکتا کہ وہ اس کو مقرر مکمل کر دے گا۔ اس حسرت نصیبی کو سرمایہ بناتے ہوئے راقم الحروف کوشش کر رہا ہے کہ قرآنی عمرانیات کی مبادیات کو پیش کر دے جس میں کچھ نہ کچھ اس کی اصناف کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

قرآن کے مقابل انجیل مقدس کی حیثیت ایک غیر مختتم کتاب وحی کی سی ہے یہ منسوخ بھی ہو چکی ہے۔ اس کے ماسوا یہ کتاب عمرانیات اور علوم عمرانی کے مواد و مسالے سے خالی بھی ہے۔ تاہم عیسائی دنیا کے ہر حصے اور ہر جامعہ میں مستقلاً انجیل کی عمرانیات اور حضرت مسیح کی معاشرتی و ثقافتی تعلیمات پر اس زور و شور سے تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے کہ صرف امریکہ کی کیتھولک یونیورسٹی میں پانچسو سے زائد علمائے عمرانیات، پادری، اسقف و لبشپ ہمہ تن مصروف تحقیقات ہیں۔ اب تک پانچ ہزار سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں عمرانیئین اور پادریوں کے علاوہ فلاسفہ بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ امریکہ کا مشہور فلسفی نیبوہر (NIEHBUR) اپنی کتاب مسیح اور کلچر (CHRIST & CULTURE) کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود مسلمان عمرانیات کے اولین بانی

تھے اور قرآن دنیا کی لازوال پہلی اور آخری عمرانیات کی کتاب ہے، مسلمان قرآن کی اساس پر عمرانیات اور اس کی متنوعہ صنفوں کی تدوین، تشکیل اور پیش کش سے قاصر رہے قدما نے قرآن کی اساس پر ایک سو بیس نظامہائے علوم کی دریافت و صورت گری کی تھی لیکن قرآنی عمرانیات پر ان کی توجہ مبذول نہ ہو سکی۔ اس خلاء کو ابن خلدون اور شاہ ولی اللہ نے پر کرنے کی کوشش کی لیکن یہ نقش، نقش کا واک ہے جو ابھی ابھرنے پھیلنے اور محیط ہونے کا محتاج ہے۔ دور جدید کی عمرانیات غیر مکمل ہونے کے باوجود، چونکہ نظام معنی اور روحانیت سے خالی ہے اس لئے اس کے سائنٹیفک ہونے کا دعویٰ، دعوئے باطل ہے اس پر مستزاد یہ کہ وہ جدل و تضاد کی آئینہ دار ہے، خوبصورتی پرسولی کے مترادف اپنی ساخت، عمل و کردار میں وہ حسی، لذتی اور جنسیت پر مبنی و منحصر ہے اس لئے اس سے بربادی و تباہی لازمی ہے۔ عالم اسلام کے لئے دور جدید کی سائنٹیفک عمرانیات پیغام موت ثابت ہوگی۔ اس کی منہاج اور اصول و ضابطے درست ہیں۔ اس کو کام میں لاکر قرآن اور قرآنی نظام معنی کی اساس پر ایک نئی عمرانیات کی عالم اسلام کو یقیناً ضرورت ہے۔ معنی کی اساس اور نظریہ توحید کی وجہ سے یہ عمرانیات سارے عالم اسلام کے لئے قدر مشترک ہوگی لیکن زمانی و مکانی علتوں کی بنا پر اس کی مختلف صورتیں مثلاً پاکستانی عمرانیات، مصری عمرانیات نجدی عمرانیات وغیرہم ہو سکتی ہیں ان سب کے لئے وجودی علت اور قدر مشترک قرآن اور قرآن کا نظام معنی ہوگا۔ اور اگر وہ اس وجودی معنوی اساس سے ہٹ کر محض زمانی و مکانی عمرانی تقاضوں کے پورا کرنے کی حد تک منحصر ہو جائے تو یہ قرآنی عمرانیات نہ ہوگی بلکہ قومی عمرانیات کی صورت اختیار کر کے دور جدید کی حسی، لذتی اور طاغوتی عمرانیات میں فنا ہو کر ملت اسلامیہ کے لئے خطرہ عظیم کا موجب بن جائے گی۔

یہ چیز ہمیشہ یاد رہے کہ قرآنی عمرانیات علمی بنیادوں پر قائم ہے۔ دور جدید کی عمرانیات کی اساس علم سے زیادہ حسیات اور مجرد تجربیت و مشاہدہ پر نظام معنی

سے قطع علاقہ کرکے رکھی گئی ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (۲: ۱۲۰) ملاحظہ ہو (۲: ۱۴۵-۱۳: ۴۷)

قرآنی عمرانیات کا آغاز ہی نظریۂ علم سے ہوتا ہے وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا قرآنی عمرانیات کی اہم توضیحی صنف یعنی عمرانیات حدیث کی اساس بھی نظریۂ علم پہ منحصر و موقوف ہے۔ منجملہ اور امور کے قرآنی عمرانیات کا نظریۂ علم، اس کی ایک خصوصی صنف بنا ہوا ہے بنابریں قرآنی نظریۂ علم کو باحسن الوجوہ عمرانیاتِ علم کا اختصاصی اور جداگانہ نام دیا جا سکتا ہے۔ یہ صنف ایک مستقل صنف ہے جو باعتبار سیاق و سباق، معنی و ترکیب نظامِ علم کہلائی جا سکتی ہے۔ دورِ جدید میں عمرانیاتِ علم کا شعبہ ابھی معرض وجود میں آیا ہے جو دورِ جدید کی عمرانیات کی طرح جدل و تضاد، لامعنویت اور حسیت کا مرقع عظیم ہے۔ عمرانیاتِ علم کا مستقل شعبہ بھی قرآنی عمرانیات کا اولین کارنامہ ہے جو اپنی معنویت کے اعتبار سے نوعِ انسانی کے لئے ایک لازوال تحفہ ہے۔

دنیا میں اب تک جتنے صحائف نازل ہو چکے ہیں، ان کے مقابل قرآن منجملہ اور علوم کے اپنی عمرانیاتی حیثیت میں ہر قسم کے معاشرتی، ثقافتی اور نفسی امور پہ غور کرتا ہے۔ پھر علت و معلول کے معنوی رشتے کو قائم رکھتے ہوئے ان امور کی تحلیل و تشریح اور تقسیم و ترتیب کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کی معنویت اور غیر معنویت پہ محاکمہ کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن، الفرقان کہلائے جانے کا دعویدار ہے۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (۲: ۱۸۵)

اس تمام الوالی اور تجزیاتی تحلیل کا مدعا یہ ہے کہ معاشرے و ثقافت کے عمل، کردار اور نشو و نما کے متعلق کلیے اور قوانین مستنبط کئے جائیں۔ گوناگوں مظاہر حیات میں ترتیب اور منطقیانہ ربط و استحکام پیدا کرنا اور پھر انہیں علمی بنیاد پہ قائم کرنا، قرآنی عمرانیات

کا ایک معجزہ اور زندۂ جاوید کارنامہ تھا۔

وھٰذا کتٰب انزلنٰہ مبٰرکٌ فاتّبعوہ واتّقوا لعلّکم ترحمون ہ

(۶: ۱۵۵ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۶: ۱۵۷)

قرآن شریف میں جملہ متداول علوم عمرانی کے بنیادی اصول و قوانین موجود ہیں، جن کو کام میں لاکر دورِ جدید کے بے روح علوم عمرانی کے مقابل قرآنی علوم عمرانی کی فرداً فرداً صورت گری کی جا سکتی ہے بشرطیکہ ایک مختص جماعت ہر علم عمرانی کی تحقیق، تدوین اور تشکیل کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دے۔ جملہ علوم عمرانی کے مقابل عمرانیات چونکہ سب سے زیادہ مشکل اور پیچیدہ علم ہے اس لئے قرآن نے بصراحت اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے حتمی اصول و قوانین مدون کر دیئے ہیں۔ جب کبھی ان اصول و قوانین کی روشنی میں معاشرہ وجود میں آئے گا۔ وہ قرآنی یا اسلامی معاشرہ کہلائے گا۔ اس کے وجودی عوامل ہر دور میں وہی رہیں گے یعنی وہ اصول رہیں گے جنہیں توحید، رسالت اور قرآن کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کا موضوع میلادِ آدم سے لے کر آج تک وہی چیزیں ہیں جو انسانی معاشرے میں ہر وقت موجود رہے ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے۔ قرآن معاشرے کے بنیادی قوانین پیش کرتا ہے۔ بناء بر آں دورِ جدید کی عمرانیات کی طرح قرآنی عمرانیات مختلف الفیہ افکار و نظریات کا نام نہیں۔ قرآنی عمرانیات ایک محکم اور معین علم ہے قرآن کی اساس پر معاشرہ ان آیات محکمات پر وجود میں آئے گا جس کی صراحت آل عمران میں کی گئی ہے۔

ھو الّذی انزل علیک الکتٰب منہ اٰیٰتٌ محکمٰتٌ ھنّ امّ الکتٰب واخر متشٰبھٰت ۔۔۔۔۔۔ (۳: ۶۲)

قرآنی عمرانیات کل اجتماعی علوم کا مجموعہ اور ان سے مرکب ہے گویا تمام علوم اجتماعی اس میں جمع ہو کر ایک وحدت کلی پیدا کرتے ہیں اور عمرانیات علوم عمرانی کے کلی شمول سے ایک وحدانی نظام بن جاتی ہے۔ قرآن کی جامع اور ہمہ گیر اصطلاح محکمات

کی عمرانیات کے نقطہ نظر سے توضیح کرنے کی کوئی گنجائش نکالی جا سکتی ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ عمرانیات کا موضوع وہ عام دوامی قوانین، بدیہی اصول اور استمراری ضابطے ہیں جو پورے نظام اجتماعی و ثقافتی پر جزوی اور کلی طور پر نافذ ہیں۔ ان سے قطع علاقہ کرنا محالات سے ہے اور یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان کے بغیر وہ معنوی و معاشرتی و ثقافتی نظام منصۂ شہود پر آ نہیں سکتا جس کو قرآن معرض وجود میں لانا چاہتا ہے انہیں وجوہ کی بنا پر قرآن نور بھی ہے۔ برہان بھی ہے اور اس میں ہر شے کا مفصل بیان بھی ہے۔

یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ (۴: ۱۷۴) ولقد جئنٰھم بالکتٰب فصلنٰہ علی علم ھدًی ورحمۃ لقوم یؤمنون (۷: ۵۲)

قرآن شریف کی آیت کل یوم ھو فی شان (۵۵: ۲۹) کا عمرانی تجزیہ اس نقطۂ نظر سے کیا جائے کہ وہی ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز پر قادر ہے تو اس سے یہ استدلال ممکن ہو سکتا ہے کہ معاشرے کے اندر و باہر متعدد مظاہر ہیں جن میں نظام معاشرتی و ثقافتی کے ساتھ ساتھ اور اضافہ ہوتا ہے۔ قرآنی عمرانیات کا دوسرا اہم معجزہ یہ ہے کہ وہ ان مظاہر میں ترتیب قائم کرتی ہے۔ کتاب القصص جس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے وہ گویا مظاہر کی ترتیب کا ایک جیتا جاگتا مرقع ہے۔ وہ چیزیں جن کا تعلق فرد کے اخلاقی عمل سے ہے ان مظاہر کی ترتیب اور عام اصول و قوانین کے استنباط سے اخلاقیات کی بنیاد پڑتی ہے۔ قرآن کی کتاب الاخلاق انہیں مظاہر کی ترتیب کا نام ہے جو ایک وقت اخلاقیات و فلسفہ سے منسلک و مربوط ہے تو دوسری طرف عمومی عمرانیات میں اس کا بحیثیت عمرانیات اخلاق ایک خاص مقام ہے۔ اسی قسم کے بعض امور حکومت سے متعلق ہیں گویا سیاسیات معاشرے کی نظم و ضبط اور اس کی نشو و نما کے اصولوں پر مبنی ہے۔ بنا بریں قرآن میں وضاحتاً سیاست کے اعمال و افکار

سے بیک وقت ایک جداگانہ علم کی حیثیت میں بھی بحث کی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ عمومی عمرانیات سے تعلق کو برقرار رکھتے ہوئے علم السیاست کو عمرانیات سیاسیات کا ایک خاص مقام بھی کیا گیا ہے۔

قرآن کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اخلاقی اور سیاسی مظاہر کے ساتھ دوسرے اور معاشرتی اور ماورائے معاشرتی مثلاً روحانی اور معادی مظاہر کو بھی ایک ہی صف میں ترتیب دیا گیا ہے تاکہ انسانی زندگی کا تسلسل اور وحدت کل ختم نہ ہونے پائے ان سب کے منجملہ ادیان سابقہ کے مقابل وہ عمل جس کے ذریعے سے دولت پیدا ہوتی ہے اور تقسیم کی جاتی ہے اس پر ابتدا ہی سے قرآنی عمرانیات کی توجہ مبذول رہی ہے چنانچہ نماز اور زکوٰۃ کو ایک ہی جگہ متواتر انداز میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اقیموا الصّلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ یہ مظہر دوسرے مظاہر سے متوالی طور پر مربوط و مشترک ہے۔ اگر ایک مظہر کو دوسرے مظہر یا مظاہر سے جدا کر دیا جائے تو زندگی وحدت اور توحید کے نظریہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بڑی تفصیل کے ساتھ انسان کے معاشی مسائل کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے اس طرح علم المعاشیات کے جداگانہ علم کے ساتھ مظاہر حیات کی وحدت و سالمیت کو باقی رکھتے ہوئے اس علم کے ڈانڈے سیاسیات، مذہبیات اور عمرانیات سے ملا دیئے گئے ہیں۔ اپنی مختلف جہات کے علاوہ چونکہ معاش کا تعلق براہ راست انسان کی حیاتی و مادی زندگی کے علاوہ روحانی زندگی سے بھی ہے اس لئے معاشیات کے عمرانیاتی تعلق کو ابھار کر قرآن عمرانیات معاشیات کی بنیو استوار کرتا ہے۔ یہ علم ابھی معرض وجود میں آیا ہے اور دور جدید کی عمرانیات میں عمرانیات معاشیات کا وجود ابھی ثبوتی اور قائم بالذات نہ بن سکا۔ دور جدید کی عمرانیات کی کوشش یہ رہی ہے اور تاحال جاری ہے کہ سارے مظاہر حیات اور شیون عمرانی کا احاطہ کرے۔ اس سعی میں قدر معنویت سے قطع علاقہ کر کے وہ کامیاب بھی رہی ہے۔ لیکن

معاشرتی علوم اور معاشرتی مظاہر سے یا ہر جو مظاہر انسان کو گھیرے ہوئے ہیں اس کی طرف دور جدید کی عمرانیات کی توجہ مبذول نہ ہو سکی اور ممکن نہیں کہ کم از کم سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور حیثیت کو ختم ہونے تک اس طرف توجہ مبذول ہو سکے۔ قرآنی عمرانیات ایسے مظاہر کو مترتب انداز میں پیش کرتی ہے اور ان کے علمی، ثقافتی اور روحانی مقاصد کو متعین کرتی ہے۔ عٰلم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال (۱۳: ۹) دور جدید کی عمرانیات کی ناتمامی کا ثبوت اس کی قدر معنویت کے نقصان کے علاوہ مثلاً اس جہت میں بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ آج تک اس مسئلہ کو طے نہ کر سکی کہ وہ کون سی عالمگیر قوتیں ہیں جن سے معاشرہ بہ ہیئت مجموعی نشو و نما اور تشکیل پاتا ہے گویا اس کے معنی یہ ہوئے کہ دور جدید کی عمرانیات معاشرتی زندگی کے قوانین کی تشریح نہ کر سکی۔ قرآن کا جواب سنئے۔

ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتّٰی یغیّروا ما بانفسہم ؕ واذآ اراد اللہ بقوم سوء فلا مردّ لہ ؕ ومالہم من دونہٖ من وال (۱۳: ۱۱)

قرآنی عمرانیات تمام علوم عمرانی پر محیط ہے لیکن یہ علم نہ تو کسی اور قرآنی علم اجتماعی مثلاً سیاسیات اور معاشیات وغیرہم کے تحت میں آسکتا ہے اور نہ دوسرے قرآنی علوم عمرانی اس کے تحت یا اس میں ضم ہو سکتے ہیں۔ قرآنی عمرانیات کا ایک مخصوص مقصد ہے اور یہ مخصوص معلومات اور مخصوص اصول و قوانین پر حاوی ہے یاد رہے کہ قرآنی علوم اور نظامہائے علوم کی حدود خارجی نہیں بلکہ داخلی ہیں۔ کسی علم کا امتیازی نشان اصل میں اس کا مقصد اور اس کا استدلال ہوتا ہے نہ کہ وہ مظاہر جن سے وہ بحث کرتا ہے۔ مثلاً قرآنی عمرانیات، قرآنی معاشیات، قرآنی اخلاقیات اور قرآنی سیاسیات میں بعض مواقع پر ایک ہی قسم کے مظاہر سے بحث ہوتی ہے مگر بہ حیثیت علوم کے ان سب کے داخلی حدود الگ الگ ہیں جہاں تک موضوع کا تعلق ہے تمام قرانی علوم میں اشتراک کلی پایا جاتا ہے۔ یہیں سے علمی حیثیت سے خدا کی وحدانیت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ یہ بات کا شانۂ دل میں ہمیشہ کے لئے محفوظ

رہے کہ اصل میں علم ایک ہی ہے یعنی "علم خداوندی" اس میں علم کائنات، علم المعاد، علم عمرانیات، علم انسانیات غرض سارے جہاں کے علوم خواہ وہ مرئی ہوں یا غیر مرئی، تجربی ہوں یا وجدانی ولاہوتی مضمر ہیں۔ جبیک مار کا یہ کہنا کہ اصل میں ایک ہی علم یعنی علم کائنات ہے، قرآن کے نقطہ نظر سے باطل ہی قرار نہیں پاتا بلکہ یہ تصوّر حسی و لذتی ثقافتی ذہنیت اور علوم کے اثرات کا نتیجہ ہے۔

شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم۔ (۳ : ۱۸)

وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العلمون (۲۹ : ۴۳)

انما يخشى الله من عباده العلماء ان الله عزيز غفور (۳۵ : ۲۸)

قرآن اور علم جدید

مصنفہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین

اس کتاب میں فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ علوم جدیدہ اور قرآن کے درمیان کیا رشتہ ہے۔ اسلام کی نظر میں علوم کی اہمیت کیا ہے اور وہ ہمارے روزمرہ کے مسائل و مشکلات کو کس طرح حل کرتا ہے۔

صفحات ۵۵۲ قیمت ۶/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ۔ لاہور